# شُکر گزار بنو!

سید احمد عروج قادریؒ

اِعۡمَلُوۡۤا اٰلَ دَاوٗدَ شُکۡرًا ؕ وَ قَلِیۡلٌ مِّنۡ عِبَادِیَ الشَّکُوۡرُ ۝ (سبا ۳۴:۱۳)

اے آل داؤد! عمل کرو شکر کے طریقے پر، میرے بندوں میں کم ہی شکر گزار ہیں۔

سورۂ سبا میں حضرت داؤد و سلیمان علیہما السلام پر اپنی نعمتوں اور احسانات کا ذکر کرنے کے بعد اللہ نے آل داؤد کو شکر گزاری کے ساتھ عمل کرنے کا حکم دیا ہے۔ شکر کی مختصر توضیح کے لیے اس آیت کا انتخاب اس لیے کیا گیا ہے کہ قرآن میں لفظ 'شُکر' اسی آیت میں استعمال ہوا ہے۔ اس لفظ کے مشتقات اور صیغے تو بیسیوں آیتوں میں آئے ہیں لیکن لفظ شُکر اسی آیت میں ہے۔ دوسرا لفظ 'شُکور' (پیش کے ساتھ) سورۃ الفرقان اور سورۃ الدھر میں آیا ہے:

وہی ہے جس نے رات اور دن کو ایک دوسرے کا جانشین بنایا، ہر اس شخص کے لیے جو سبق لینا چاہے، یا شکر گزار ہونا چاہے۔ (الفرقان ۲۵:۶۲)

ہم تمھیں صرف اللہ کی خاطر کھلا رہے ہیں، ہم تم سے نہ کوئی بدلہ چاہتے ہیں نہ شکریہ۔ (الدھر ۷۶:۹)

'شکر' قرآن کریم کا ایک وسیع المعنی اور وسیع الاطراف لفظ ہے۔ اس تشریح میں میرا مقصد تمام معانی اور تمام اطراف پر سیر حاصل گفتگو کرنا نہیں ہے، بلکہ ذیل کے چند نکات کی مختصر توضیح مقصود ہے: شکر کے معنی، شکر کی ضد، شکر کی قسمیں، اللہ کا شکر، بندوں کا شکر، شکر کی نسبت اللہ کی طرف، شکر کی نسبت بندوں کی طرف، صبر اور شکر کا اجتماع، امتحان شکر، شکر کا دنیوی صلہ۔

**شکر کے معنی:** ایک معنی یہ ہیں: تصور النعمة واظهارها ، نعمت کا تصور اور اس کا اظہار۔ اس جانور کو جو فربہ ہو دابَّة شَکُوْرٌ کہتے ہیں کیونکہ وہ اپنی فربہی سے اپنے مالک کی مہربانی اور اس کے احسان کا اظہار کرتا ہے، یعنی یہ کہ وہ اس کو اچھا کھلاتا پلاتا اور اس کی اچھی دیکھ ریکھ کرتا ہے۔ دوسرا معنی ہے الامتلاء من ذکر المنعم علیه محسن کے ذکر سے زبان کا تر ہونا اور دل کا مملو ہونا۔ عین شکری وہ آنکھ جو آنسوؤں سے بھری ہوئی ہو۔ (مفردات راغب)

ان دونوں معنوں کے لحاظ سے اللہ کے شکر کا یہ مفہوم مستنبط ہوتا ہے کہ انسان کو اللہ کی نعمت کا احساس ہو اور وہ اس کا اظہار بھی کرے۔ وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ (الضحیٰ ۹۳:۱۱) ''اور اپنے رب کی نعمت کا اظہار کرو''۔ نیز یہ کہ انسان کی زبان اللہ کے ذکر سے تر اور اس کا دل اس کی نعمت کا معترف رہے۔

**شکر کی ضد:** اس کی ضد کفر ہے، کفرانِ نعمت کے معنی میں: مفردات میں ہے: ویضاده الکفر وهو نسیان لانعمة وسترها، یعنی شکر کی ضد کفر ہے اور یہاں اس کے معنی ہیں نعمت کو بھول جانا اور اس کو چھپانا۔ سورۂ زمر میں ہے:

> اگر تم کفر کرو گے تو اللہ تم سے بے نیاز ہے، لیکن وہ اپنے بندوں کے لیے کفر کو پسند نہیں کرتا، اور اگر تم شکر کرو تو اسے وہ تمھارے لیے پسند کرتا ہے۔ (۳۹:۷)

اس آیت میں کفر، کفرانِ نعمت اور ناشکری کے معنی میں استعمال ہوا ہے کیونکہ اس کے بعد ہی شکر کا ذکر ہے۔ اس طرح کی متعدد آیتیں قرآن کریم میں ہیں۔

**شکر کی قسمیں:** شکر کی تین قسمیں ہیں: ۱- زبان کا شکر ۲- دل کا شکر ۳- اعضا و جوارح کا شکر۔ مفردات امام راغب میں ہے: شکر کی تین قسمیں ہیں: دل کا شکر، یہ نعمت کا احساس ہے، اور زبان کا شکر محسن کی مدح وثنا ہے، اور باقی تمام اعضا کا شکر، یہ نعمت کی مکافات ہے، بقدر استحقاقِ منعم۔ مکافاتِ نعمت کا مطلب یہ ہے کہ محسن کے احسان کا حق ادا کیا جائے۔ جس درجے کا محسن ہوگا، اسی درجے کا حقِ احسان ہوگا۔

**اللہ کا شکر:** تمام نعمتوں کا حقیقی منعم و محسن اللہ تعالیٰ ہے، اس لیے اس کا شکر ہر انسان پر واجب ہے۔ اللہ کا سب سے بڑا شکر اس پر ایمان لانا ہے اور یہ وہ شکر ہے کہ اس کے بغیر کوئی شخص

اللہ کے غضب اور اس کی دوزخ سے نجات نہیں پا سکتا۔ شکر کی ضد، کفرانِ نعمت ہے اور سب سے بڑی ناشکری اس پر ایمان نہ لانا ہے۔ یہ ناشکری وہ حقیقی کفر ہے جو انسان کو ابدی لعنت میں گرفتار کر دیتا ہے:

> جن لوگوں نے کفر کا رویہ اختیار کیا اور کفر کی حالت ہی میں جان دی، ان پر اللہ اور فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت ہے۔ اسی لعنت زدگی کی حالت میں وہ ہمیشہ رہیں گے، نہ ان کی سزا میں تخفیف ہوگی اور نہ انھیں پھر کوئی مہلت دی جائے گی۔ (البقرہ ۲:۱۶۱-۱۶۲)

قرآن کریم میں متعدد مقامات پر اللہ نے کفار و مشرکین کو اپنی نعمتیں یاد دلائی ہیں اور پھر ان سے سوال کیا ہے: اَفَلَا یَشْکُرُوْنَ (پھر کیا یہ شکر ادا نہیں کرتے؟)۔ سورۂ یٰسٓ میں دو بار یہ سوال کیا ہے (یٰسٓ ۳۶:۳۵، ۷۳)۔ کہیں لَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ کا صیغہ ہے۔ کہیں لَعَلَّھُمْ یَشْکُرُوْنَ کا۔ کہیں قَلِیْلاً مَّا تَشْکُرُوْنَ، کہیں فَلَوْلَا تَشْکُرُوْنَ اور کہیں وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَشْکُرُوْنَ ــــ ان تمام مقامات میں جو دعوت ان کو دی گئی ہے وہ دعوت توحید ہے۔ اللہ پر ایمان لانا اور اسی کو الٰہ واحد تسلیم کرنا، یہ ہے اللہ رب العزت کا وہ شکر جس کے بغیر نہ کوئی انسان دائرۂ کفر و شرک سے باہر نکل سکتا اور نہ اللہ کی رحمت و جنت کا مستحق ہو سکتا ہے۔

**انبیاے کرام کی دعوت کا ایک جز:** انبیاے کرام علیہم السلام نے اپنی قوموں کو توحید اور بندگیِ رب کی جو دعوت دی ہے اس کا ایک جز دعوتِ شکرگزاری بھی ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: ''اللہ سے رزق مانگو اور اسی کی بندگی کرو اور اس کا شکر ادا کرو، اسی کی طرف تم پلٹائے جانے والے ہو''۔ (العنکبوت ۲۹:۱۷)

**عبادت کا لازمی تقاضا:** اللہ کے شکر کو اس کی عبادت کا لازمی تقاضا قرار دیا گیا ہے:

> پس اے لوگو! اللہ نے جو کچھ حلال اور پاک رزق تم کو بخشا ہے اسے کھاؤ اور اللہ کے احسان کا شکر ادا کرو۔ اگر تم واقعی اسی کی بندگی کرنے والے ہو۔ (النحل ۱۶:۱۱۴)

یہی مطالبہ مسلمانوں سے بھی کیا گیا ہے: ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اگر تم حقیقت میں اللہ ہی کی بندگی کرنے والے ہو تو جو پاک چیزیں ہم نے تمھیں بخشی ہیں انھیں بے تکلف کھاؤ اور اللہ کا شکر

ادا کرو‘‘۔(البقرہ ۲:۱۷۲)

**شکر: حکمت کا اولیں ثمرہ:** اللہ نے حضرت لقمان کو حکمت عطا کی اور ساتھ ہی اپنا شکر ادا کرنے کا حکم دیا۔ ’’ہم نے لقمان کو حکمت عطا کی تھی کہ اللہ کا شکر گزار ہو۔ جو کوئی شکر کرے اس کا شکر اس کے اپنے ہی لیے مفید ہے۔ اور جو کفر کرے تو حقیقت میں اللہ بے نیاز ہے اور آپ سے آپ محمود ہے‘‘۔(لقمان ۳۱:۱۲)

**حضرت سلیمانؑ کی توفیق شکر کی دعا:** اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو جو محیر العقول نعمتیں عطا فرمائی تھیں، ان میں ایک یہ تھی کہ وہ حشرات الارض کی زبان سمجھتے تھے۔ چیونٹیوں کے سردار کی گفتگو سن کر انھوں نے یہ دعا مانگی:

> اے میرے رب! مجھے قابو میں رکھ کہ میں تیرے اس احسان کا شکر ادا کرتا رہوں جو تو نے مجھ پر اور میرے والدین پر کیا ہے اور ایسا عمل صالح کروں جو تجھے پسند آئے اور اپنی رحمت سے مجھ کو اپنے صالح بندوں میں داخل کر۔(النمل ۲۷:۱۹)

**اللہ کی بے شمار نعمتیں:** قرآن کریم نے یہ حقیقت بھی انسانوں کے سامنے رکھ دی ہے کہ اللہ کی نعمتیں اور اس کے احسانات ناقابلِ شمار ہیں: ’’اگر تم اللہ کی نعمتوں کا شمار کرنا چاہو تو کر نہیں سکتے‘‘(ابراھیم ۱۴:۳۴)۔ ’’اگر تم اللہ کی نعمتوں کو گننا چاہو تو گن نہیں سکتے۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ بڑا ہی درگزر کرنے والا اور رحیم ہے‘‘۔(النحل ۱۶:۱۸)

ان آیات میں غفور اور رحیم کی دو صفتیں قابلِ غور ہیں۔ کچھ ایسا سمجھ میں آتا ہے کہ یہ ناشکروں کی تنبیہہ کے لیے بھی ہیں اور شکرگزاروں کی تسکین کے لیے بھی۔ تنبیہہ یہ ہے کہ جس مالک کے اپنے بندوں پر اتنے احسانات ہیں کہ وہ ان کا احاطہ نہیں کرسکتے، جن کی زندگیاں گود سے گور تک اس کے احسانات میں ڈھکی ہوئی ہیں اور جس نے ان کے بقا و ارتقا کے تمام سامان مہیا کر رکھے ہیں، کیا ان کو یہ بات زیب دیتی ہے کہ وہ ایسے مہربان مالک کی بغاوت پر آمادہ ہوں، اس کے حقوق میں دوسروں کو شریک کریں اور ناشکری کے رویے پر اڑے رہیں۔ ان کو متنبہ رہنا چاہیے کہ وہ غفور اور رحیم ہے، اس لیے وہ ان کو توبہ و اصلاح کی مہلت دے رہا ہے۔ شکرگزاروں کی تسکین یہ ہے کہ اگرچہ وہ اس کی بے شمار نعمتوں کا شکریہ ادا نہیں کرسکتے لیکن وہ غفور اور رحیم ہے، اس لیے

ان کی کوتاہیوں سے درگزر کرے گا اور انھیں اپنے دامنِ رحمت میں چھپا لے گا۔

**ہر نیکی شکر ہے:** پہلے گزر چکا کہ شکر کی تین قسمیں ہیں اور نیکی کا ہر کام اللہ کی نعمت ہے خواہ اس کا تعلق قلب سے ہو یا زبان سے یا دوسرے اعضا و جوارح سے۔ اس نعمت کا شکریہ اس کو انجام دینا ہی ہے۔ اس لیے تمام عبادتیں، شکر ہیں اور ہر نیکی جو مسلمان خالصتاً اللہ کی رضا کے لیے کرتا ہے، شکر ہے۔ رمضان کے روزوں کو نعمت قرآن کا شکریہ، خود اللہ تعالیٰ نے قرار دیا ہے: وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ (اور تاکہ تم شکرگزار بنو)، یعنی اللہ تعالیٰ نے تمھیں قرآن کی جو عظیم الشان نعمت عطا کی ہے۔ رمضان کے روزے اس کا شکریہ بن جائیں۔ عبدالرحمٰن سلمٰی نے کہا: ''نماز شکر ہے، روزے شکر ہیں اور ہر نیک کام جو تم اللہ کے لیے کرتے ہو، شکر ہے، اور افضل شکر اللہ کی حمد ہے''۔ (مختصر تفسیر ابن کثیر بحوالہ ابن جریر)

**بندوں کا شکر:** اللہ تعالیٰ کی بہت سی نعمتیں ایسی ہیں جو بندوں کو دوسرے بندوں کے واسطے اور ذریعے سے ملتی ہیں۔ اس لیے ان واسطوں اور ذریعوں کا بھی علی قدر مراتب (جس کا جو درجہ و مرتبہ ہو) شکریہ ادا کرنا ضروری ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بندوں میں سب سے بڑا حق والدین کا ہے۔ کیونکہ ہر انسان کو اس کے وجود اور ہستی کی نعمت، والدین ہی کے واسطے سے ملتی ہے۔ والدین ہی کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ قرآن کریم میں صراحت کے ساتھ ان ہی دونوں کا شکر ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے:

> اور یہ حقیقت ہے کہ ہم نے انسانوں کو اپنے والدین کا حق پہچاننے کی خود تاکید کی ہے، اس کی ماں نے ضعف پر ضعف اُٹھا کر اسے اپنے پیٹ میں رکھا اور دو سال اُس کا دودھ چھوٹنے میں لگے۔ (اسی لیے ہم نے اس کو نصیحت کی کہ) میرا شکر کر اور اپنے والدین کا شکر بجا لا، میری ہی طرف تجھے پلٹنا ہے۔ (لقمان ۳۱:۱۴)

والدین کے حقوق اور ان کا شکریہ، ایک مستقل موضوع ہے۔ اس لیے اس کی تفصیل ہم یہاں پیش نہیں کرتے اس کے لیے سورۂ لقمان اور سورۂ بنی اسرائیل کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ احادیث نبوی میں بھی اس کی تفصیل موجود ہے۔

**بندوں کا شکر ادا کرنے کی اہمیت:** ایک انسان جب دوسرے انسان پر کوئی

احسان کرتا ہے تو شرافت کا تقاضا یہ ہے کہ محسن کا شکریہ ادا کیا جائے۔ دین میں اس کی اہمیت یہ ہے کہ جو شخص انسانوں کا شکر ادا نہیں کرتا، اللہ اس سے اپنے شکریے کو بھی قبول نہیں کرتا۔ امام ترمذی نے ابواب البر والصلۃ میں حضرت ابوہریرہؓ کی یہ روایت نقل کی ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو لوگوں کا شکرگزار نہیں، وہ اللہ کا شکرگزار بھی نہیں۔ حضرت ابوسعید خدریؓ کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں: جس نے لوگوں کا شکریہ ادا نہیں کیا، اس نے اللہ کا شکر ادا نہیں کیا۔

اس باب میں اشعث بن قیس اور نعمان بن بشیرؓ کی حدیث بھی ہے۔ ان حدیثوں سے لوگوں کے شکریے کی اہمیت پوری طرح واضح ہوگئی۔ قرآن کریم میں ایک کلید کے طور پر کہا گیا ہے: هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ (الرحمٰن ۵۵:۶۰) ''نیکی کا بدلہ، نیکی کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے''۔ جانور بھی اپنے محسن کا احسان مانتے ہیں۔ اب اگر انسان اپنے محسن کا احسان نہ مانے تو وہ جانور سے بھی بدتر ہوا۔

**شکریہ ادا کرنے کے طریقے:** کسی کے احسان کا سب سے بہتر طریقہ یہ ہے کہ اس کے ساتھ احسان کیا جائے۔ مثال کے طور پر اگر کوئی شخص کسی کے یہاں ہدیتاً کوئی چیز بھیجے تو جواب میں ہدیتاً اس کے یہاں کوئی چیز بھیجنی چاہیے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہدیہ قبول فرماتے تھے اور ہدیہ دینے والے کو اس کا صلہ بھی دیا کرتے تھے۔ اگر آدمی احسان کا بدلہ اسی طرح کے احسان سے نہ دے سکے تو زبان سے اپنے محسن کی تعریف کرے اور لوگوں میں اس کے احسان کا تذکرہ کرے۔ اس کے علاوہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شکریے کی ایک مختصر دعا بھی سکھائی ہے۔

حضرت اسامہؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کے ساتھ کوئی نیکی کی جائے اور وہ نیکی کرنے والے سے کہے: جَزَاکَ اللّٰهُ خَيْرًا ''اللہ تمھیں اس کا اچھا بدلہ دے، اس نے مبالغہ کے ساتھ اپنے محسن کی ثنا کی۔ (جمع الفوائد بحوالہ ترمذی)

دوسری احادیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے محسن کی مدح و ثنا کو اس کا شکریہ قرار دیا ہے۔ جَزَاکَ اللّٰهُ خَيْرًا کی مختصری دعا کو اگر کوئی سمجھے تو یہ اتنا بڑا بدلہ ہے کہ قیمتی سے قیمتی دنیوی ہدیہ بھی اس کے مقابلے میں کچھ نہیں ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ اس دعا کو قبول فرمالے اور اپنی طرف سے اس کا بدلہ دے تو اس کی قیمت کا کون اندازہ کرسکتا ہے۔

**شکر کی نسبت اللّٰہ کی طرف:** شاکر اور شکور، اللہ تعالیٰ کی صفت بھی ہے۔ شکر کی نسبت جب اللہ کی طرف ہوتی ہے تو اس کا مطلب 'قدردانی اور ثواب رسانی' ہوتا ہے۔ گویا اللہ تعالیٰ فرماں برداری اور نیک کام کی قدر کرتا اور اس کا انمول صلہ دیتا ہے۔ سورۃ البقرہ میں ہے:

یقیناً صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں۔ لہٰذا جو شخص بیت اللہ کا حج یا عمرہ کرے، اس کے لیے کوئی گناہ کی بات نہیں کہ وہ ان دونوں پہاڑوں کے درمیان سعی کر لے اور جو برضا و رغبت کوئی بھلائی کا کام کرے گا، اللہ کو اس کا علم ہے اور وہ اس کی قدر کرنے والا ہے۔ (۱۵۸:۲)

سورۂ نساء میں انسان کے شکر اور اللہ کے شکر کو ایک ہی جگہ بیان کیا گیا ہے:

آخر اللہ کو کیا پڑی ہے کہ تمھیں خواہ مخواہ سزا دے اگر تم شکر گزار بندے بنے رہو اور ایمان کی روش پر چلو۔ اللہ بڑا قدردان ہے اور سب کے حال سے واقف ہے۔ (۱۴۷:۴)

اللہ کے لیے شکور کا لفظ بھی متعدد مقامات پر آیا ہے۔ ایک جگہ فرمایا گیا ہے:

اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ شَکُوْرٌ ۝ (فاطر ۳۴:۳۵) یقیناً ہمارا رب معاف کرنے والا اور قدر فرمانے والا ہے۔

**شکر کی نسبت بندوں کی طرف:** بندوں کو شاکر اور شکور کہنے کا مطلب 'اعتراف نعمت اور احسان مندی' ہوتا ہے یعنی بندہ اپنے مالک کی نعمتوں اور اس کے احسانات کا معترف اور جذبۂ شکر وسپاس سے سرشار ہے۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے بارے میں فرمایا گیا ہے:

واقعہ یہ ہے کہ ابراہیم اپنی ذات سے ایک پوری اُمت تھا، اللہ کا مطیع فرمان اور یک سو۔ وہ کبھی مشرک نہ تھا۔ اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنے والا تھا۔ اللہ نے اس کو منتخب کر لیا اور سیدھا راستہ دکھایا۔ (النحل ۱۶:۱۲۰-۱۲۱)

حضرت نوحؑ کے بارے میں فرمایا: ''اور نوح ایک شکر گزار بندہ تھا''۔ (بنی اسرائیل ۳:۱۷)

**بیک وقت صبر و شکر کا اجتماع:** صبر کا تعلق عام طور پر بلا و مصیبت سے ہوتا ہے

اور شکر کا عافیت و آرام سے۔ لیکن ایک چیز دو مختلف اعتبارات سے بیک وقت مصیبت بھی ہوتی ہے اور نعمت بھی۔ ایک مومن و مسلم پر اللہ کی طرف سے جو مصیبت آتی ہے، وہ دنیا کے لحاظ سے مصیبت ہوتی ہے اور اجرِ آخرت کے اعتبار سے نعمت____ ایسے موقع پر صبر اور شکر کا اجتماع ہو جاتا ہے۔ یہاں تک کہ اللہ کے بعض ایسے بندے بھی ہوتے ہیں جو غلبۂ محبت الٰہی میں مصیبت سے لذت حاصل کرنے لگتے ہیں۔ اسی کیفیت کے اظہار کے لیے کہا گیا ہے: ع ہر چہ از دوست می رسد نیکواست، یعنی دوست [اللہ] کی طرف سے جو چیز بھی پہنچے، وہ اچھی ہے۔ قرآن کریم میں صبّار اور شکور کا اجتماع شاید اسی کی طرف اشارہ ہے:

> اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّکُلِّ صَبَّارٍ شَکُوْرٍ ○ (ابراھیم ۱۴:۵) ان واقعات میں بڑی نشانیاں ہیں ہر اس شخص کے لیے جو صبر اور شکر کرنے والا ہو۔

یہ بات ایک حدیث میں صراحت کے ساتھ کہی گئی ہے۔ ابن ماجہ نے اپنی سنن میں، ابویعلیٰ نے اپنی مسند میں اور حاکم نے اپنی مستدرک میں ابوسعید خدریؓ سے مرفوعاً یہ روایت کی ہے کہ سخت ترین مصیبتیں انبیاؑ پر آتی ہیں۔ اس کے بعد اللہ کے نیک بندوں (صالحین) پر۔ اس حدیث کا یہ ٹکڑا قابلِ غور ہے۔

> تم میں کوئی فرد عطاء و نعمت سے جتنا خوش ہوتا ہے، ان میں کا ایک فرد اس سے زیادہ بلاو مصیبت سے خوش ہوتا تھا۔ (مسند امام اعظم مع شرح ملا علی قاری)

بلا و مصیبت انبیائے کرام علیہم السلام کے لیے رفع درجات کا موجب اور اولیا کے لیے کفارۂ سیئات کا وسیلہ ہے۔ امام غزالیؒ نے احیاء العلوم باب الشکر میں حضرت عمرؓ کا یہ قول نقل کیا ہے:

> ہر مصیبت جو مجھ پر آئی اللہ تعالیٰ کے چار انعامات اپنے ساتھ لائی۔ ایک یہ کہ اس کا تعلق میری دنیا سے تھا، دین سے نہ تھا، دوسرا یہ کہ اس مصیبت سے کوئی بڑی مصیبت بھی آسکتی تھی مگر اللہ کے کرم سے چھوٹی آئی۔ تیسرا یہ کہ میں قضا و قدر پر راضی رہا، اور چوتھا یہ کہ میں اس پر اجر و ثواب کا امیدوار ہوں۔

**امتحانِ شکر**: شکر کی آزمایش، صبر کی آزمایش سے زیادہ کٹھن ہوتی ہے۔ اس تشریح

کی ابتدا میں سورۂ سبا کی جو آیت پیش کی گئی ہے اس کا دوسرا فقرہ یہ ہے: وَ قَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ o (۱۳:۳۴) ''اور میرے بندوں میں کم ہی شکر گزار ہیں''۔

اس فقرے کے بارے میں امام راغب نے لکھا ہے: اس میں تنبیہ ہے اس بات کی کہ شکر الٰہی کا پورا حق ادا کرنا بہت مشکل ہے، اس لیے قرآن میں صرف دو نبیوں کو اس صفت سے متصف قرار دے کر اللہ تعالیٰ نے ان کی مدح کی ہے، یعنی حضرت نوح اور حضرت ابراہیم علیہما السلام۔

حضرت نوحؑ کو سورۂ بنی اسرائیل میں عَبْدًا شَكُوْرًا (شکر گزار بندہ) اور حضرت ابراہیمؑ کو سورۂ نحل میں شَاكِرًا لِّاَنْعُمِهٖ (اللہ کی نعمتوں کے شکر گزار) کہا گیا ہے۔ اس کے یہ معنی نہیں کہ دوسرے انبیاے کرام کی شکر گزاری کم تھی، بلکہ اس کے صرف یہ معنی ہیں کہ ان دونوں نبیوں کی اس صفت کا ذکر کر کے انھیں ایک 'امتیاز' عطا کیا گیا ہے۔ قوم لوطؑ پر جب عذاب آیا تو اللہ نے آلِ لوطؑ کو عذاب سے بچالیا۔ اس کو اللہ نے اپنا فضل قرار دیا اور اس کے بعد کہا:

> كَذٰلِكَ نَجْزِيْ مَنْ شَكَرَ o (القمر ۵۴:۳۵) یہ جزا دیتے ہیں ہم ہر اُس شخص کو جو شکر گزار رہتا ہے۔

اس فقرے کی تشریح میں مولانا امین احسن اصلاحی نے لکھا ہے: ''كَذٰلِكَ نَجْزِيْ مَنْ شَكَرَ میں حضرت لوطؑ کی غیر معمولی صفت شکر کی غیر معمولی داد بھی ہے اور اس کا اعلانِ عام بھی کہ اللہ تعالیٰ کی یہ عنایت صرف حضرت لوطؑ ہی کے لیے خاص نہ تھی بلکہ آج بھی جو لوگ اس کے شکر کرنے والے ہوں گے، وہ اس کی عنایتِ خاص کے حق دار ہوں گے۔ اس کا دامن رحمت بہت وسیع ہے''۔ (تدبر قرآن، ج ۷، ص ۱۰۸)

**شکر کا دنیوی صلہ:** اللہ تعالیٰ آخرت میں اپنے شکر گزار بندوں کو جو اجر عطا فرمائے گا اور جن انعامات سے نوازے گا، وہ تو اپنی جگہ ہیں، دنیا میں اس کا صلہ یہ ہے کہ اللہ کی نعمتوں کا حقیقی شکریہ ادا کرنے سے اس کی نعمتوں اور افضال و عنایات میں اضافہ ہوتا ہے۔ نعمتوں کا حقیقی شکر یہ ہے کہ انھیں اللہ تعالیٰ کی مرضیات میں صرف کیا جائے، اس کی معصیتوں اور نافرمانیوں میں صرف نہ کیا جائے۔ سورۂ ابراہیم میں ہے:

اور یاد رکھو، تمھارے رب نے خبردار کر دیا تھا کہ اگر شکر گزار بنو گے تو میں تم کو اور زیادہ

نوازوں گا اور کفرانِ نعمت کرو گے تو میری سزا بہت سخت ہے۔ اور موسیٰؑ نے کہا کہ "اگر تم کفر کرو اور زمین کے سارے رہنے والے بھی کافر ہو جائیں تو اللہ بے نیاز اور اپنی ذات میں آپ محمود ہے"۔ (۱۴:۷-۸)

شکر گزاری پر انعامات میں اضافے کا یہ وعدہ قیامت تک تمام شکر گزاروں کے لیے ہے، اور ناشکری پر سخت عذاب کی یہ دھمکی بھی قیامت تک تمام ناشکر گزاروں کے لیے ہے۔

اللہ کی سب سے بڑی نعمت اس کی دی ہوئی شریعت ہے۔ اس کا شکر یہ ہے کہ اس پر عمل کیا جائے، اس کی حفاظت کی جائے، اور اس کے نفاذ کی جان توڑ کر کوشش کی جائے۔ اس وقت دنیا میں پھیلا ہوا گھنگور اندھیرا اس کے بغیر چھٹ نہیں سکتا:

گھنگور اندھیرا چھایا ہے     یہ دھندلی شمعیں تیز کرو
منزل ہے کٹھن اور دُور بھی ہے     گھوڑوں کو ذرا مہمیز کرو

---